رسائل و مسائل

جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت

سوال: میرے حلقہ احباب میں تبلیغی جماعت سے وابستہ لوگ بھی شامل ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ کام انبیاء کا کام ہے۔ اس سے اونچا اور کوئی کام نہیں' جب ان کو جماعت کے کام کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو ان کا کہنا ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں دین کو قائم کرنا ہے تو اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ عام لوگوں کی اصلاح کی جائے۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا فرمان ہے کہ جیسی رعایا ہو گی ویسے ہی ان پر حکمران مسلط ہونگے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی اصلاح کا کام کریں۔ جب اچھے لوگوں کی اکثریت ہو جائے گی تو خود بخود ہمارے حکمران بھی اچھے ہی ہوں گے۔ میرے خیال کے مطابق ہمارے ان دوستوں کی اس بات میں بڑا وزن پایا جاتا ہے۔ تو پھر کیوں جماعتِ اسلامی نے حکومت ہی کی اصلاح کو سب سے بڑا کام سمجھ رکھا ہے' کیوں بنیادی کام پر ہی توجہ نہیں دی جاتی؟۔ یہ باتیں سوچ سوچ کر ذہن میں الجھن سی پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ سے استدعا ہے کہ جماعتِ اسلامی اور تبلیغی جماعت کے کام اور طریقہ' کار کے بارے میں قرآن و سنت کی رو سے بدلائل واضح فرمائیں کہ کس جماعت کا کام اقرب الی القرآن و سنت ہے۔ نیز اگر اس سلسلے میں کوئی مطبوعہ کتاب آسان اور عام فہم ہو تو اس کی بھی نشاندہی فرمائیں تو آپکی مہربانی ہوگی۔

جواب: جماعتِ اسلامی اور تبلیغی جماعت اپنے اپنے طریق کے مطابق دین کا کام کر رہی ہیں ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ دونوں جماعتوں میں مخالفت و منازعت کی صورت پیدا نہ ہو۔ لیکن بعض اوقات بعض سوالات و اعتراضات کی جوابدہی کے لیے مجبوراً کچھ نہ کچھ کہنا پڑتا ہے۔ آپ نے تبلیغی جماعت کے حضرات کا یہ موقف بیان کیا ہے کہ حدیث کے مطابق جیسے عوام ہوتے ہیں' ویسے ہی حکمران ہوتے ہیں' اس لیے حکمرانوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر عوام الناس

کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ حدیث میں یہ ارشاد وارد ہے کہ تمھارے اعمال تم پر حاکم ہونگے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حکمرانوں سے بالکل صرف نظر کر لیا جائے اور عوام ہی پر تبلیغ کی جاتی رہے' جب عوام کی اصلاح ہو جائے گی' تو حکمران خود بخود اصلاح یافتہ ہو جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکمران اگر مفسد اور فاسق و فاجر ہوں تو وہ عوام الناس کی اصلاح میں بہت بڑی رکاوٹ ہو جاتے ہیں اور دین کی تبلیغ و تلقین اگر صحیح معنوں میں کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ اس کا راستہ روکتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے جب دعوت شروع کی ہے تو انہوں نے اربابِ اقتدار کو بھی براہ راست مخاطب فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے رسول تھے لیکن انہوں نے اور حضرت ہارونؑ نے فرعون کو بلاواسطہ چیلنج کیا جس پر فرعون نے رعایا سے کہا کہ موسیٰؑ تمہارے اجتماعی نظام کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ سورہ طٰہٰ میں فرمایا گیا: فرعون کے پاس جاؤ' فرعون نے دعوت کے جواب میں رد و کد کی' جادوگر بلائے اور عوام سے کہا کہ یہ دونوں تمھیں بے دخل کر کے تمھاری مثالی زندگی کا خاتمہ چاہتے ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی صاحب تبلیغی جماعت کے قدردان و ہمنوا ہیں' انہوں نے مولانا الیاس مرحوم کی سوانح لکھی ہے۔ ان کا ایک مضمون حال ہی میں "اسلامی بیداری کی لہر پر ایک نظر" کے زیر عنوان شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:

> "نظر اس پر بھی ہونی چاہیے کہ اس دور میں کونسی تحریکیں اور کیسے رجحانات پائے جاتے ہیں' وہ دین اسلام کے مستقبل اور آنے والی نسل کے لیے کس حد تک خطرناک ہو سکتے ہیں۔ ملک و وطن کے اقتدار پر تسلط کی جدوجہد میں مصروف قیادتیں کس انداز و قماش کی ہیں جو قوم کی زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی اور معاشرے کو اپنے افکار و عقائد اور خیالات کو اپنی مرضی کے مطابق موڑنا اور زندگی کو نئے سانچے میں ڈھالنا چاہتی ہیں۔ کیونکہ ان طاقتوں' تحریکوں اور قیادتوں سے آنکھیں بند کر لینا' اسلامی جماعتوں کا اپنے خول میں بند ہو جانا اور اپنے تمام مشاغل کو دین کی دعوت' دین پر مضبوطی سے قائم رہنے تک محدود کر لینا ایسا طرز عمل ہے جس کے نتیجے میں کچھ مدت بعد شاید دین پر عمل اور احکام شریعت کے اتباع کی آزادی بھی چھن جائے' دین پر عمل کرنے والوں' دین کی دعوت دینے والوں کی زندگی تلخ ہو جائے اور ان کے حالات وہ ہو جائیں جن کی تصویر قرآن نے ان الفاظ میں کھینچی ہے:
>
> "زمین اپنی کشادگی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔ ان کا دم گھٹنے لگا"

بعض اسلامی ممالک میں ایسے پرجوش اسلام کے داعی موجود ہیں جنہوں نے اس پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سماج میں موجود اور ذہن و فکر پر مسلط مسائل یا رجحانات میں الجھنے کی نہ ضرورت ہے' نہ افادیت ہے اور نہ ہم اس کے مکلف ہیں کہ دیکھیں کہ معاشرہ فساد و انحراف' آزاد خیالی و بدعملی کی طرف جارہا ہے یا خیرو صلاح کی طرف؟ ہمارے لیے اتنا کافی ہے کہ ہم نماز روزے کے پابند ہیں۔ ان حضرات کے اخلاص میں شبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی جدوجہد' مشقت اور قربانیاں بھی قابل قدر ہیں لیکن اس کے باوجود میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ گردو پیش کے رجحانات سے اغماض' زمانے کی ضرورتوں اور تقاضوں سے اعراض' اپنی ذات تک محدود ہو کر رہ جانا اسلام کے صحیح فہم کا نتیجہ نہیں۔"

میں مولانا ابوالحسن ندوی کے ان ارشادات میں کسی اضافے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ صرف اتنا عرض کروں گا کہ جماعت اسلامی عوام الناس کی اصلاح سے غافل نہیں ہے' بلکہ جماعت کے کارکن اپنی ملاقاتوں' اجتماعات کے ذریعے سے عوام تک دعوتِ دین پہنچاتے ہیں' لٹریچر سے بھی کام لیتے ہیں لیکن حکمران جن کے ہاتھ میں قانون' تعلیم و تربیت' ذرائع ابلاغ اور بے شمار اجتماعی وسائل ہیں' ہم انہیں بھی نظر انداز نہیں کرتے' نہیں کر سکتے۔ یہ مقولہ بھی صحیح ہے کہ الناس علی دین ملوکھم (لوگ حکمرانوں کے طور طریقے پر چلتے ہیں)

ہمیں تبلیغی جماعت سے ایک دوستانہ شکوہ یہ بھی ہے کہ ہم حتی الوسع ان کے کام کی تنقید و تنقیص کی کوئی مہم نہیں چلاتے' لیکن تبلیغی جماعت مولانا مودودیؒ اور جماعت کو اپنا ہدف بناتی ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ایک کتابچہ برابر شائع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے: "فتنہ مودودیت" اس کے نام ہی میں تنابز بالالقاب ہے جس سے قرآن میں منع فرمایا گیا ہے۔ پھر اس میں نہایت بودے اعتراضات مولانا مودودیؒ کی عبارتوں میں قطع و برید کے ساتھ کیے گئے ہیں۔ بعض عبارتیں مولانا مودودیؒ کی جانب غلط منسوب کی گئی ہیں۔ اس کتابچہ کا مدلل جواب ہندوستان کے ایک صاحب نے دیا ہے' وہ بھارت میں چھپ چکا ہے۔ پاکستان میں بھی چھپا تھا مگر مولانا مودودیؒ نے اپنی زندگی میں اس کو پھیلانے سے روک دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اس کتابچے سے اگر کوئی متاثر ہوتا ہے تو اسے میری اصل تحریروں اور کتابوں کے پڑھنے کا مشورہ دیا جائے۔

مولانا مودودیؒ تو ایسے حق پسند اور بے لوث انسان ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے مولانا محمد الیاس مرحوم اور ان کی جماعت کا تعارف "ایک اہم دینی تحریک" کے زیر عنوان اپنے

بقیہ بر صفحہ ۴۵